خدا سے منحرف مغربیت:
دجّالی تہذیب کا بدترین مظہر (3)

ریاض الحسن نوری ☆

امریکہ میں آج کل 20 لاکھ بلکہ لاتعداد بچے ماں باپ کے انتہائی ظلم کا شکار ہوتے ہیں۔تشدد سے ہلاک بچوں پر ظلم کا حال ریڈرز ڈائجسٹ جنوری 1981ء میں پڑھیے' مزید دیکھیے: لندن ٹائمز26-985

''امریکن اتنے زیادہ ناخوش کیوں رہتے ہیں جبکہ ان کو زندگی کی ہر آسائش اور عیاشی میسر ہے؟'' مصنفہ پیگی نونان

امریکہ کی مشہور ادیبہ جس نے پریذیڈنٹ ریگن اور سابق پریذیڈنٹ وغیرھم کے لیئے بطور مصنف بھی کام کیا ہے' اپنے مضمون میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے جس کا عنوان یوں ہے:

Why are Americans so unhappy when they have it so good.

اس مضمون کے شروع میں وہ بتاتی ہیں کہ ایک وقت تھا جبکہ امریکہ ترقی پر ترقی کیے جا رہا تھا' مگر پھر اس کا زوال شروع ہو گیا...... پرانے امریکہ میں ہم رات کو دروازوں میں تالے نہیں لگاتے تھے۔ایک عورت اور مَرد رات دو بجے بھی پارکوں میں ٹہل سکتے تھے۔اس دور میں اگر کسی کی نوکری چلی جاتی تھی تو وہ یقین رکھتا تھا کہ اسے دوسری مل جائے گی۔اب ایسا نہیں ہے......ہم ہی نہیں بلکہ اب ہر شخص ناخوش ہے......

☆ مشیر وفاقی شرعی عدالت وریسرچ سکالر رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ

اس کی وجہ وہ بیان کرتی ہیں: ''ہمارے آباء و اجداد دو زمانوں میں یقین رکھتے تھے (دنیاوی زندگی اور آخرت کی زندگی) اس دنیاوی زندگی کو وہ تنہا' خراب اور بری اور جاہلانہ زندگی خیال کرتے تھے۔ ہم پہلی نسل ہیں جس میں انسان واقعی اس زمین پر خوشی کی زندگی کی امید رکھتا ہے' مگر اس کی تلاش نے ہمیں سخت ناخوش اور غمگین و فکرمند بنا دیا ہے۔ جنگ عظیم دوم کو تفکرات کا دور قرار دیا گیا اور اس دور میں احساس ہوا کہ ہم نے خدا کو کھونا اور بھولنا شروع کر دیا ہے۔ ہم نے خدا کو اپنے احساسات سے نکال دیا اور اس بات کو دل سے نکال دیا کہ وہ ہماری روزانہ کی زندگی کا حصّہ اور اس کو بنانے والا ہے۔ ہماری نسل کے سامنے دو چیزیں ہیں۔ ایک مذہب پر ایمان اور دوسرے جدید ناامیدی کا فلسفہ۔ اب ہم موڑ پر کھڑے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ہمارا اگلا قدم مذہبی یقین کی طرف اٹھ جائے۔ (39)

جیمز۔ سی۔ کالمین لکھتا ہے: ''غم و یاس کے جدید دور میں امریکن دس بلین ڈالر منشیات اور سکون حاصل کرنے والی کتابوں پر خرچ کرتے ہیں۔ سکون آور ادویات سینکڑوں ٹن استعمال ہوتی ہیں۔ آج کا ہر دسواں آدمی دماغی امراض کے ہسپتال میں داخل ہے۔ ان دس کے علاوہ کم از کم بیس اور لوگ ہیں جو پاگل خانوں کے قابل تو نہیں مگر نفسیاتی مریض ہیں۔ جرائم کی کثرت بھی ناخوشی' غم و یاس کو ثابت کرتی ہے۔ (40)

انگریزی دان حضرات جرائم کی ہولناکیوں کا اندازہ وقتاً فوقتاً ان مضامین سے لگا سکتے ہیں جو ریڈرز ڈائجسٹ میں چھپتے رہتے ہیں (ٹائم و نیوز ویک بھی اہم ہیں) ہم یہاں عبدالکریم عابد کے ایک تازہ مضمون ''کلچر کے نام پر تہذیب کش عمل'' کا اقتباس پیش کرتے ہیں۔

> ''امریکہ کے بارے میں پانچ مئی کے نوائے وقت میں بھی ایک مضمون اسرار احمد کسانہ نے نیویارک سے لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ''امریکی ماحول کی وجہ سے امریکہ میں مسلمانوں کی نئی نسل بھی دباؤ کا شکار ہے اور اکثریت گم کردہ راہ ہو جاتی ہے۔ (مضمون نگار نے لکھا ہے کہ) ان کے اردگرد کا ماحول تو ملاحظہ کیجئے

اور اندازہ لگائیے کہ ان پر کس قدر دباؤ ہوتا ہے۔ امریکہ میں روزانہ 1263 بچے بن بیاہی نوجوان ماؤں کے ہاں پیدا ہوتے ہیں۔ روزانہ 2740 اٹھارہ سال سے کم عمر کی لڑکیاں حاملہ ہو جاتی ہیں' ہر روز 4110 لڑکیاں اسقاطِ حمل کے جان سوز عمل سے گزرتی ہیں۔ ہر آٹھ منٹ کے بعد ایک شخص کو اغوا کیا جاتا ہے' ہر نوے سیکنڈ کے بعد ایک قتل ہوتا ہے' ہر سولہ سیکنڈ کے بعد ایک ڈاکہ پڑتا ہے۔ ایک دن میں 1439 بچے خودکشی کی کوشش کرتے ہیں' 15006 بچے پہلی دفعہ نشہ استعمال کرتے ہیں' 3506 بچے روزانہ گھروں اور سکولوں سے بھاگ جاتے ہیں۔ جنسی بیماریوں کے مریضوں اور ایڈز وغیرہ میں انیس سال سے کم عمر بچوں کی تعداد ایک چوتھائی کے برابر ہے۔ پچاس فیصد سے زائد بچے شراب اور دیگر نشہ آور ادویہ کا استعمال کرتے ہیں۔

دوسری جانب ان سکولوں کی حالت دیکھئے' جہاں ہم اپنے نوجوانوں کو بھیج کر فخر کرتے ہیں۔ سینتیس فیصد سکولوں میں طلبہ اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتے ہیں۔ سکولوں کے اندر خوف کا یہ عالم ہے کہ تینتالیس فیصد بچے سکولوں کی لیٹرین استعمال نہیں کرتے۔ انچاس فیصد لڑائیاں اور جھگڑے کرتے ہیں' ستائیس فیصد لڑکیوں کو جنسی طور پر ہراساں کیا جاتا ہے۔ ایک گھنٹے کے دوران امریکہ میں سکولوں کے گراؤنڈ میں دو ہزار سے زائد بچوں کو جسمانی طور پر زدوکوب کیا جاتا ہے۔ روزانہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار بچے خوف کی وجہ سے سکول سے غیر حاضر رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہر پانچ میں سے ایک طالب علم سکول میں ہتھیار لے کر جاتا ہے۔ (یاد رہے کہ یہ اعداد و شمار فرضی نہیں' بلکہ امریکی کانگریس کے ترتیب شدہ ہیں)''(41)۔

روزنامہ نیوز کی 8 اگست 1994ء کی خبر ہے کہ لندن میں 10 سالہ لڑکے نے 3 سالہ بچی سے زنا بالجبر کیا' مگر اس کو محض وارننگ دے کر چھوڑ دیا گیا۔

یورپ میں ناجائز بچوں کی پیدائش کی شرح میں بہت زیادہ اضافہ ہو رہا ہے۔ برطانیہ میں تقریباً ایک تہائی بچے اور آئس لینڈ میں نصف سے زائد بچے کنواری ماؤں نے جنم دیئے ہیں۔ برطانیہ میں ایسے بچوں کی تعداد اٹلی کے مقابلے میں 6 گنا زیادہ ہے۔ فرانس میں ایسے بچوں کی تعداد 30.1 فیصد ہے۔ شمالی یورپ کے ممالک میں پیدا ہونے والے ناجائز

بچوں کی تعداد 50 فیصد ہے۔ سویڈن میں 48.2 فیصد اور ڈنمارک میں 46.2 فیصد ہے[42]۔ ان اعداد وشمار کی تصدیق ورلڈ ایلمانیک وغیرہ سے کی جاسکتی ہے۔

دی نیوز نے اے ایف پی کے حوالے سے لکھا ہے کہ 1991ء میں تشدد کے جرائم میں 7 فیصد اضافہ ہوا۔ زنا بالجبر یا اس کی کوشش کے جرائم میں 59 فیصد اضافہ ہوا' جس کی کل تعداد دو لاکھ 7 ہزار 6 سو دس تھی۔ یہ تعداد پچھلے سال سے 130260 زیادہ تھی۔ پرتشدد جرائم کی تعداد 60 لاکھ 40 ہزار تھی۔ گھروں کے جرائم' چوری' ڈاکے ایک کروڑ پچاس لاکھ سے زیادہ تھے۔

رسالہ ٹائمز بابت 10 جون 1991ء کے مطابق ہر چار میں سے ایک عورت کو زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ زنا بالجبر کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ 10 فیصد سے کم خواتین رپورٹ کرتی ہیں اور 5 فیصد سے کم مرد جیل بھیجے جاتے ہیں۔ ہر 18 سیکنڈ بعد ایک عورت کی ٹھکائی ہوتی ہے۔ آگے لکھا ہے کہ 3 میں سے ایک عورت کے ساتھ زندگی میں ایک مرتبہ زنا بالجبر ہوتا ہے۔ یہی بات خواتین کی تحریر کردہ کتاب ''دی نیو آور باڈیز' آور سیلوز'' مطبوعہ نیویارک کے صفحہ 99 پر درج ہے۔

گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ کے مطابق 1970ء میں اردن میں صرف ایک خودکشی ہوئی جب کہ 1965ء میں دنیا بھر میں 1000 سے زیادہ خودکشیاں ہوئیں۔ روس میں سب سے زیادہ خودکشیاں ہوتی ہیں۔ چین میں روزانہ 382 ہوتی ہیں۔ انگلینڈ اور ویلز میں اوسطاً روزانہ 1107 ہوتی ہیں۔ گویانا میں عوام کے عبادت خانے میں 18 نومبر 1978ء کو ایک دن میں زہر سے 913 خودکشیاں کی گئیں۔

نوائے وقت 14 نومبر 1998ء کی رپورٹ کے مطابق دنیا کے امیر ترین بچے اکثر ناخوش رہتے ہیں۔ یقیناً اس دور میں غریب ہونا بہت بڑا معاشرتی جرم سمجھا جاتا ہے۔ لیکن بعض اوقات بے انتہا دولت بھی انسان کو تمام تر سہولتوں کے باوجود ناخوش رکھتی ہے۔ معروف ماہر نفسیات ڈاکٹر ڈیوڈ نونس کا کہنا ہے کہ دنیا کے امیر ترین بچے اکثر

ناخوش رہتے ہیں۔[43]

مغرب میں روزانہ ہزار سے دو ہزار افراد خودکشی کرتے ہیں۔ 5 سے 10 ہزار خودکشی کی کوشش کرتے ہیں۔[44]

عظیم امریکن دانشوروں (پال جانسن وپیگی نونان) کا اعتقاد ہے کہ موت کی یاد' خدائی قوانین پرعمل اور آخرت کی زندگی پر ایمان ہی ہمیں بربادی سے محفوظ اور خوش رکھ سکتا ہے۔ یہی بات دیگر عظیم دانشوروں نے بھی کہی ہے۔

انگلینڈ کی پارلیمنٹ میں منافقت کے بغیر داخلہ مشکل ہے

برٹرینڈ رسل نے اپنی کتاب پرنسپلز آف سوشل ری کنسٹرکشن کے صفحہ 158 پر لکھا ہے کہ انگلینڈ کی پارلیمنٹ کا ممبر بننے کے لئے مذہبی منافقت ضروری ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہی مذہبی منافقت پاکستان میں جاری وساری ہے۔ مثلاً صدر اور وزیراعظم پہلے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ سب سے مہربان اور رحیم ہے۔ اس کے علاوہ حلف میں کتاب قرآن کے علاوہ سابقہ وحی شدہ کتابوں پر ایمان اور سنت پر ایمان' قیامت پر ایمان وغیرہ شامل ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ میں نظریہ پاکستان کو مستحکم رکھنے کی پوری کوشش کروں گا جو پاکستان کی بنیاد ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ خدا میری مدد کرے اور مجھے راہ دکھائے۔ پارلیمنٹ کے ممبروں کے حلف میں اختصار کے طور پر مذکورہ بالا آخری فقرہ اور دعا شامل ہے۔ قرآن وسنت پر ایمان کا ذکر شاید اس لئے نہیں کیونکہ پارلیمنٹ کے غیرمسلم ممبروں کو بھی یہ حلف اٹھانا ہوتا ہے۔

مزید ہم کہتے ہیں کہ جو لوگ قرآن کو اللہ کا کلام مانتے ہیں مگر اس کو نافذ نہیں کرتے تو واضح ہے کہ وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پر بھی ایمان نہیں رکھتے' کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ سب سے بڑا مہربان اور سب سے رحیم ہے تو گویا قرآن کا قانون سب سے مہربان اور رحیم ساورن کا قانون ہے۔ اس کے بعد اس کو چھوڑ کر خود اپنا بنایا ہوا قانون نافذ کرنا تو اپنے آپ کو خدا سے عقلمند اور مہربان سمجھنا ہے۔ یہ شرک تو کیا خود کو خدائی کا

مقام دینا ہے۔ برٹرینڈ رسل نے لکھا ہے کہ خدا کو تخت سے اتار دیا جاتا ہے تاکہ زمین کے جباروں کے لئے جگہ بنائی جائے۔

God is dethroned to make room for earthly tyrants[42]

پھر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا ہمارے صدر اور وزیراعظم کا ایمان سورۂ مائدہ کی آیت پر ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جو لوگ وحی منزلہ کے مطابق فیصلے نہ کریں وہی کافر' ظالم اور فاسق ہیں؟ اور کیا اس آیت پر بھی ایمان ہے جس میں ہے کہ تخلیق کرنا اور حکم دینا خدا ہی کا کام ہے؟ اسی طرح کیا اسی قسم کی دیگر آیات پر ان کا ایمان ہے؟ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے صدر اور وزیراعظم جھوٹا حلف اٹھاتے ہیں اور خود کو قانون سازی میں خدا سے بھی اوّلیت دیتے ہیں۔ ان چیزوں کو دیکھ کر ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ عقل کا جنازہ نکل گیا ہے۔ Death of Common Sense ایک کتاب کا نام ہے جس میں امریکن قوانین میں عقل کی موت ثابت کی گئی ہے۔

لوگ خدا کو بھول گئے ہیں

روسی ادیب A.Solzhenitsyn جس کو 1970ء میں نوبل پرائز ادب میں ملا تھا' لکھتا ہے کہ میں نے روسی تاریخ پر 50 سالہ تحقیق کی اور 8 مجلدات تیار کیں...... روس میں تباہی اور 6 کروڑ انسانوں کی موت کا مختصراً واحد سبب یہ ہے کہ ہم خدا کو بھول گئے ہیں۔ دوستووسکی کے مطابق بیسویں صدی انکار خدا اور خود کو تباہ کرنے کے بھنور میں گرفتار ہوگئی۔ سیکولرازم نے مغرب کو گھیرے میں لے لیا ہے۔ برائی پہلے فرد میں آتی ہے' پھر سیاسی نظام میں داخل ہوتی ہے۔ سوشل نظریات جو امید دلاتے ہیں ان کا بیکار ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ تباہی سے بچنے کا یہی راستہ ہے کہ ہم ضمیر کو خدا کی طرف متوجہ کریں اور خالق سے توبہ کریں۔ بدقسمت بیسویں صدی کی تباہ کاریوں سے بچنے کا یہی طریقہ ہے۔ دنیاوی زندگی محض وقتی زندگی ہے۔ توجہ آخرت کی ابدی زندگی پر ہونی چاہئے۔[46]

رسل لکھتا ہے کہ ذہانت کے باوجود مغربی تہذیب اندھی اور طوفانی ہے۔ نتیجہ کا

سوچ کر کانپ جاتا ہوں۔ (47)

کیا تشدد کو کم کیا جا سکتا ہے؟

نیوز ویک بابت یکم نومبر 1993ء میں ایک مضمون چھپا تھا جس کا عنوان تھا کہ ''کیا تشدد کو کم کیا جا سکتا ہے؟'' (Can Violance be curbed?) اس میں لکھا ہے کہ:

ہم اس دور میں رہتے ہیں جبکہ قتل کی تعداد کی اوپر کی حد کوئی نہیں۔ جبکہ نوجوانوں کی حرکتوں کو کامیڈی کا نام دیا جاتا ہے اور پاپولر میوزک کا کام تشدد، عورتوں کی تذلیل اور مزاج میں نفرت اور کڑواہٹ پھیلانا ہے۔ ایک بچہ کہتا ہے کہ میری ماں کا کہنا ہے کہ ٹی وی ذہن کو برباد کرتا ہے۔ رنیو کہتا ہے کہ میں اکثر سوچتا ہوں کہ امریکہ تشدد کے معاملہ میں بے حس ہو گیا ہے کیونکہ وہ دن رات اسی میں ڈوبا رہتا ہے۔ فلم میں 10 سالہ لڑکے نے ماچس جلانے کا کھیل دیکھ کر گھر کو آگ لگا دی اور چھوٹی بہن کو جلا کر مار دیا۔ نیو جرسی میں فلم میں سڑک پر لیٹ کر جرأت کا مظاہرہ دیکھ کر چند 18 تا 24 سالہ نوجوانوں نے نقالی کی اور موٹروں تلے کچلے گئے۔ امریکہ میں ایک بچہ اکیس سال کی عمر تک آٹھ ہزار قتل ٹی وی پر دیکھتا ہے۔

اعلیٰ مغربی تہذیب کی قیمت

ولسن اور پٹ مین انسائیکلو پیڈیا آف مرڈر (قتل) کے صفحہ 33 پر لکھتے ہیں:

It seems possible then that crimes of violance and sex crimes are one of the prices we pay for our high level of civilization.

یعنی اس بات کا امکان دکھائی دیتا ہے کہ ہم اعلیٰ مغربی تہذیب کی قیمت تشدد اور جنسی جرائم کی صورت میں ادا کرتے ہیں۔

یہی مصنفین مذکورہ کتاب کے نئے ایڈیشن (1980ء) کے شروع میں لکھتے ہیں کہ جدید دور کو قتل اور ظلم کے دور کا نام دیا جا رہا ہے Age of murder۔ ان کا کہنا ہے کہ آج کل یہ بھی ہو رہا ہے کہ اذیت پسند لوگ آنکھوں کے قطروں میں تیزاب ملا کر

بھی فروخت کر دیتے ہیں۔ یہاں ہم قلم کو روک لیتے ہیں کہ کہیں ہمارے مغرب پرست لوگ ان برائیوں کی بھی نقالی نہ شروع کر دیں۔ اب دیکھئے کہ مہمارے ملک میں بھی لوگ زنا بالجبر میں مبتلا ہو جاتے ہیں حالانکہ عورتیں عشق بازی اور دولت خرچ کر کے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ غالب کے دور میں تو عاشق معشوق کے سوتے ہوئے میں اس کے پیر کا بوسہ لینے کی بھی جرات نہ کرسکتا تھا کہ کہیں وہ بدگمان نہ ہو جائے۔

بہ بیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بکجا!

ریڈرز ڈائجسٹ مارچ 1965ء۔کے مطابق ٹی وی وغیرہ کے ذریعے بچوں کو سکھایا جاتا ہے کہ تشدد اور اذیت پسندی سے لطف اٹھایا جا سکتا ہے۔ٹی وی پر ہر قسم کے جرائم کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔انگریزی عنوان یوں تھا

We are teaching our children that violance is fun.

(جاری ہے)

حواشی

39) دیکھئے ریڈرز ڈائجسٹ ستمبر 1993ء
40) ایبنارمل سائیکولوجی اور جدید زندگی صفحات 2,3,11,20 وغیرہ
41) دیکھئے روزنامہ انصاف 15 مئی 2001ء
42) نوائے وقت 26 جون 1992ء
43) نوائے وقت 14 نومبر 1992ء
44) ریڈرز ڈائجسٹ دسمبر 1974ء ص 114
45) پاور: 175
46) دیکھئے ریڈرز ڈائجسٹ نومبر 1986ء صفحات 118 تا 120
47) خودنوشت سوانح عمری: 2:254: مطبوعہ بینٹم (A Bantam Book)